اَبَرُّ المَقَال

اعلیحضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

علماء کرام و اولیاء عظام کے تبرکات
اور آستانوں کو بوسہ دینے کا بیان

مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم اے جناح روڈ کراچی

تقدیم

علمائے کرام و اولیائے عظام سے عقیدت و محبت ان کے تقرب الی اللہ کی وجہ سے ہی ہوتی ہے، یہ محبت قلبی بھی ہوتی ہے اور ظاہری بھی، کیونکہ ظاہر باطن کا آئینہ ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر دو قسم کی محبت رکھتے تھے، حضرت سواد رضی اللہ عنہ جب عین دشمن کے روبرو تھے اور جامِ شہادت ان کے بہت قریب تھا، اس وقت بھی انھوں نے اگر تمنا کی تو یہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اقدس کو بوسہ دیں، پھر جسد اقدس ہی نہیں بلکہ آپ سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کے ساتھ یہی طریقۂ ادب و احترام جاری رہا، پھر آپس میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین و تبع تابعین و اولیائے کاملین بھی اسی راہ پر چلے، اس کی اصل ہماری شریعت میں حجر اسود کو بوسہ دینا ہے، سبیل مومنین یہی ہے، اس میں شرک و کفر کا شائبہ تک نہیں، خواہ مخواہ مسلمانوں کی نیت پر شبہ

کرنا کہاں کی دیانت داری اور دانشوری ہے۔ اس طرزِ عمل کا فائدہ اس کے سوا اور کیا ہوگا، کہ لوگ جو دین سے پہلے ہی دور ہیں مزید دور ہو جائیں ؟

اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے اس رسالے میں، اسی مسئلے کو نہایت ہی لطیف پیرائے میں مدلل بیان فرمایا ہے، اس کا تاریخی نام :
اَبَرُّ المقال فی قُبلَۃِ الاِجلال ہے، جس کا ترجمہ ہے، تعظیم کے لئے بوسہ دینے میں صحیح ترین قول ،

مرتّب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ط

مسئلہ: ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ از سورت کٹھور مسجد پرب مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب و از علی گڑھ مدرسہ مولانا مولوی لطیف اللہ صاحب مرسلہ مولوی سندھی صاحب، طرفہ ایں کہ از ہر دو جا بوقت واحد سوال آمد :-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ شہر موریس میں قبلہ رخ کی دیوار کے ساتھ محراب کے متصل بیت اللہ شریف کے غلاف کا ٹکڑا دو گز لمبا اور سوا گز چوڑا لٹکا ہوا ہے اور وہاں کے باشندے، میمن وغیرہ سب سوداگر لوگ خاص وعام بعد فراغ پنجگانہ کے اس ٹکڑے کو بوسہ دیتے ہیں اور بعد نماز جمعہ کے تو بوجہ کثرت نمازیوں کے بوسہ دینے میں بہت ہی ہجوم کرتے ہیں۔ کوئی چار بوسہ دیتا ہے، کوئی زیادہ کوئی کم، جیسا کسی کا موقع لگا، ویسا ہی اس نے کیا اور کوئی ہجوم اور کثرت کی وجہ سے محروم بھی رہ جاتا ہے اور اس امر میں اس کو معظم چیز سمجھ کر کمال کوشش کرتے ہیں۔ کسی قدر جاننے والے لوگ تو تعظیم کا بوسہ دیتے ہیں، اور عوام کا حال معلوم نہیں کہ وہ کیا سمجھ کر بوسہ دیتے ہیں، دوسرے کی دیکھا دیکھی اس

میں بہت مبالغہ کرتے ہیں۔ آیا یہ امر شرعاً موجب ثواب ہے یا کسی امر خارجی کی وجہ سے مستوجب عذاب ہے۔ بینوا توجروا +

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

بوسۂ تعظیم شرعاً وعرفاً انحائے تعظیم[1] سے ہے۔ اسی قبیل سے ہے بوسۂ آستانہ کعبہ و بوسۂ مصحف و بوسۂ نان و بوسۂ دست و پائے علماء و اولیاء و کل ذالک مصرح بہ فی الکتب کالدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار اور خود احادیث کثیرہ میں صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا دست و پائے اقدس حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و مہر نبوت کو بوسہ دینا وارد۔ کما فصلنا بعضہ فی کتابنا۔ البارقۃ الشاقۃ علی مارقۃ المشارقۃ وما نحن فیہ سے اقرب و اوفق حدیث عبد اللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے کہ انھوں نے منبر انور سرور اطہر صلی اللہ علیہ وسلم سے موضع جلوس اقدس کو مس کرکے اپنے چہرے سے لگایا، رواہ ابن سعد فی طبقاتہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے مروی کہ رمانہ منبر اطہر کو جو مزار

---

[1] تعظیم کی قسموں میں سے ہے۔ م ۱۲ ردتی۔ م۔

اقدس واز ہر پر ہے، یعنی اس کے بازو پر جو گول شکل کا ایک کنگرہ سا بنا دیتے ہیں، اسے داہنے ہاتھ سے مس کر کے دعا مانگا کرتے. امام قاضی عیاض رفعت روحہ فی روح الریاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

قال نافع کان ابن
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
یسلم علی القبر رائیتہ
مائۃ مرۃ او اکثر یجیئی الی
القبر فیقول السلام علی
النبی السلام علی ابی بکر
ثم ینصرف ورئی واضعا
یدہ علی مقعد النبی صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
من المنبر ثم وضعھا علی
وجھہ وعن ابن قسیط
والعتبی کان اصحاب
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم اذا خلا المسجد
جسوا برمانۃ المنبر التی
علی القبر بمیا منھم ثم

نافع نے کہا میں نے ابن عمرؓ کو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ
اطہر کو سلام کرتے ہوئے سو مرتبہ
یا اس سے بھی زائد دیکھا. آپ
قبر پر تشریف لاتے اور کہتے
نبی علیہ السلام اور ابوبکر کو سلام
ہو، پھر واپس چلے جاتے اور
یہ بھی دیکھا گیا کہ منبر پر حضور
کے بیٹھنے کی جگہ کو مس کر کے
اپنے چہرے پر لگاتے تھے
اور ابن قسیط اور عتبی سے مروی
ہے کہ جب مسجد خالی ہو جاتی
تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس
کنگرے کو اپنے داہنے ہاتھ
سے چھوتے تھے جو قبر انور پر
ہے، پھر قبلہ رو ہو کر دعا

استقبلوا القبلة یدعون ؛ مانگتے تھے۔ م۔

غرض شرعاً وعرفاً معلوم ومعروف کہ جس چیز کو معظم شرعی سے شرف حاصل ہو، اس کا وہ شرف بعد انتہائے مماستت بھی باقی رہتا ہے اور اس کی تعظیم اس معظم کی انحائے تعظیم سے گنی جاتی ہے اور معاذاللہ اس کی توہین اس معظم کی توہین۔ تاج سلطان کو مثلاً زمین پر ڈالنا صرف اسی وقت اہانت سلطان نہ ہوگا جبکہ وہ اس کے سر پر رکھا ہو، بلکہ جدا ہونے کی حالت میں بھی ہر عاقل کے نزدیک یہی حکم ہے۔ یوں ہی تعظیم شفا شریف میں ہے:

من اعظامه واکباره صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اعظام جمیع اسبابه واکرام مشاھده وامکنته ومکة والمدینة ومعاھده وما لمسه علیه الصلوٰۃ والسلام او عرف به صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ؛

آپ کی تعظیم وتکریم کے طریقوں میں سے آپ کے تمام متعلقات ومقامات، مکہ ومدینہ اور ہر اس چیز کی تعظیم ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوا ہو یا اس کا تعلق آپ سے معروف ہو۔ م۔

اور بے شک تعظیم منسوب بلحاظ نسبت تعظیم منسوب الیہ ہے

لہ جسم سے منقطع ہونے کے بعد بھی۔ م۔

اور بے شک کعبہ شعائر اللہ ہے تو تعظیم غلاف تعظیم کعبہ و تعظیم شعائر اللہ شرعاً مطلوب :

ومن یعظم شعائر اللہ اور جو اللہ کے شعائر کی تعظیم،
فانہا من تقوی القلوب ؛ کرے گا تو یہ دلوں کی پرہیزگاری کے باعث ہوگی۔ م۔

بلکہ نظر ایمانی سے مس و لمس کی بھی تخصیص نہیں، جس شے کو معظم شرعی سے کسی طرح نسبت ہے، واجب التعظیم و مورث محبت ہے ولہٰذا بلدۂ طیبہ مدینہ سکینہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کے در و دیوار کو تبرکاً مس کرنا اور بوسہ دینا اہل حب و ولا کا دستور اور کلمات ائمہ و علماء میں مسطور، اگرچہ ان عمارات کا زمانۂ اقدس میں وجود ہی نہ ہو شرف مس سے تشرف در کنار، وللہ در من قال ؎

امر علی الدیار دیار لیلےٰ
اقبل ذا الجدار وذا الجدارا
وما حب الدیار شغفن قلبی
ولکن حب من سکن الدیارا

کسی نے کیا خوب کہا ہے،

(ترجمہ اشعار) میں لیلیٰ کے شہر پر گذرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو اور یہ شہر کی محبت نہیں جو میرے دل پر محیط ہے، یہ تو شہر والوں کی محبت ہے۔

شفا شریف میں ہے :

وجدیر لمواطن اشتملت تربتها علی جسد سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدارس ومساجد ومشاهد ومواقف ان تعظم عرصاتها وتنسم نفحاتها وتقبل ربوعها وجدرانها اھ ملخصا.

وہ مقامات جن کا حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے تعلق ہے، ان کے مدارس ان کی مساجد، مشاہد، مواقف تعظیم کئے جانے کے لائق ہیں۔ ان کی ہواؤں کو سونگھنا اور ان کے گھروں اور دیواروں کو چومنا چاہیئے

پھر فرمایا :

یا دار خیر المرسلین ومن به
هدی الانام وخص بالآیات
عندی لاجلك لوعة وصبابة
وتشوق متوقد الجمرات
وعلی عهد ان ملأت محاجری
من تلکم الجدرات والعرصات
لاعفرن مصون شیبی بینها
من کثرة التقبیل الرشفات

ترجمہ اشعار : اے تمام رسولوں میں بہتر رسول، مخلوق کے ہادی اور معجزات سے مؤید نبی کے گھر! مجھے تجھ سے عشق

و محبت ہے جس کی چنگاریاں روشن ہیں اور اگر تو اپنے
صحنوں اور دیواروں سے میری آنکھوں کو پر نم کر دے
تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اپنے سپید بالوں کو دیواروں کے
بوسوں کی کثرت سے خاک آلود کر لوں گا۔ م۔

اس سے بھی ارفع و اعلیٰ و اضح و اجلیٰ یہ ہے کہ طبقۃً فطبقۃً، شرقاً غرباً، عجماً عرباً علمائے دین و آئمہ معتمدین نعل مطہر و روضۂ معطر حضور سید البشر علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل السلام کے نقشے کاغذوں پر بناتے، کتابوں میں تحریر فرماتے آئے، اور انھیں بوسہ دینے اور آنکھوں سے لگانے سر پر رکھنے کا حکم فرماتے رہے۔ علامہ ابوالیمن ابن عساکر و شیخ ابواسحٰق ابراہیم بن محمد بن خلف سلمی وغیرہما علماء نے اس باب میں مستقل تالیفیں کیں، اور علامہ احمد مقری کی فتح المتعال فی مدح خیر النعال اس مسئلے میں اجمع و انفع، تصانیف ہے، جزاھم ربھم جزاءً حسناً ورزقھم ببرکۃ خیر النعال امناوسکنا آمین۔

محدث علامہ فقیہہ ابوالربیع سلیمٰن بن سالم کلاعی رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:

یا ناظر تمثال بنیہ
قبل مثال النعل لا متکبرا

اے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشۂ نعل مبارک دیکھنے والے اس نقشے کو بوسہ دے بے تکبر کے۔

قاضی شمس الدین عبداللہ رشیدی فرماتے ہیں۔ ؎

لمن قد مس شکل نعال طٰہٰ
جزیل الخیر فی یوم المآب
وفی الدنیا یکون بخیر عیش
وعزّ فی الھناء بلا ارتیاب
فبادر والثم الاٰثار منھا
بقصد الفوز فی یوم الحساب

نقشہ نعل طٰہٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مس کرنے والے کو قیامت میں خیر کثیر ملے گی اور دنیا میں یقیناً نہایت اچھے عیش و عزت و سرور میں رہے گا تو روز قیامت مراد ملنے کی نیت سے جلد اس اثر کریم کو بوسہ دے۔

شیخ فتح اللہ بیلونی حلبی معاصر علامہ مقری نعل مقدس سے عرض کرتے ہیں ؎

فی مثلک یا نعال اعلی النجبا
اسرار بیمنہا شھدنا العجبا
من مرّغ خدہ بہ مبتھلا
قد قام لہ ببعض ما قد وجبا

اے سید الانبیار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعل مبارک، تیرے نقشے میں وہ اسرار ہیں جن کی عجیب

برکتیں ہم نے مشاہدہ کیں جو اظہار عجز و نیاز کے ساتھ اپنا رخسارہ اس پر رگڑے وہ بعض حق اس نقشہ مقدسہ کے جو اس پر واجب ہیں۔ ادا کرے۔

وہی فرماتے ہیں۔ ؎

مثال نعل بوطی المصطفیٰ سعدا
فامن دالی لثمہ بالذل منك یدا
واجعلہ منك علی لعینین معترفا
بحق توقیرہ بالقلب معتقدا
وقبلہ راعلن بالصلوٰۃ علی
خیر الانام وکرر ذاك مجتہدا

یہ نقشہ اس نعل مبارک کا جو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم سے ہمایوں ہوئے تو اس کے بوسہ دینے کو تذلل کے ساتھ ہاتھ بڑھا اور زبان سے وجوب و توقیر کا اقرار اور دل سے اعتقاد کرتا ہوا اسے آنکھوں پر رکھ اور بوسہ دے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہ اعلان درود بھیج اور کوشش کے ساتھ اسے بار بار بجالا۔

سید محمد موسیٰ حسینی مالکی معاصر علامہ ممدوح فرماتے ہیں ؎

مثال نعال المصطفیٰ اشرف الوریٰ
بہ مورد لا یبتغی عنہ مصدرا

فقبلہ لثماوا مسح الوجہ موقنا

بینہ صدق تلق ماکنت مضمرا

مصطفیٰ اشرف الخلق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشہ نعل اقدس میں وہ مقام حضور ہے جس سے تو رجوع نہ چاہے، تو اسے یقین اور سچی نیت کے ساتھ چہرے سے لگا، دل کی مراد پائے گا۔

محمد بن فرج سبتی فرماتے ہیں ؎

فمن قبلتہا مثل نعل کریمۃ

بتقبیلھا یشفیٰ سقام من اسمہ استشفیٰ

اے میرے منہ اسے بوسہ دے یہ نعل کریم کا نقشہ ہے اس کے بوسے سے شفا طلب کر، مرض دور ہوتا ہے۔

علامہ احمد بن مقری تلمسانی صاحب فتح المتعال فرماتے ہیں ؎

اکرم بتمثال حکے نعل من

فاق الوریٰ بالشرف الباذخ

طوبیٰ لمن قبلہ منباء

یلثمہ عن حبہ الراسخ

کس قدر معزز ہے ان کی نعل مقدس کا نقشہ جو اپنے شرفِ عظیم میں تمام عالم سے بالا ہیں، خوشی ہو اسے جو اسے بوسہ دے اپنی راسخ محبت ظاہر کرتا ہوا۔

علامہ ابوالیمن ابن عساکر فرماتے ہیں ؎

التثم ثری الاثر الکریم فحبذا
ان غزت منہ بلثم ذا التمثال

نعل مبارک کی خاک پر بوسہ دے کر اس کے نقشے ہی
کو بوسہ دینا تجھے نصیب ہو تو کیا خوب بات ہے۔

علامہ ابوالحکم مالک بن عبدالرحمٰن بن علی مغربی جنھیں علامہ عبدالباقی زرقانی نے شرح مواہب شریف میں احد فضلاء المغاربہ، کہا اپنے قصیدے میں فرماتے ہیں ؎

مثال لنعلی من احب ھویتہ
فھا انا فی یومی لیلی لا ثمہ

میں اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعلین
مبارک کو دوست رکھتا اور رات دن اسے بوسہ
دیتا ہوں۔

امام ابوبکر احمد ابن امام محمد بن عبداللہ بن حسین انصاری قرطبی فرماتے ہیں ؎

ونعل خضعنا لھا لبھائھا وان
متی نخضع لھا ابدا نعلوا ا
نفعھا علی اعلی المفارق انھا
حقیقتھا تاج وصورتھا نعل

اس نعل مبارک کے جلال انور سے ہم نے اس کیلئے

خضوع کیا اور جب تک ہم اس کے حضور جھکیں گے
بلند رہیں گے۔ تو اسے بالائے سر رکھ کہ حقیقت
میں تاج اور صورت میں نعل ہے۔

شرح مواہب میں ان امام کا ترجمہ عظیمہ جلیلہ مذکور اور ان کا فقیہ ومحدث و ماہر وضابطہ ومتین الدین وصادق الورع وبے نظیر ہونا مسطور ہے۔ امام علامہ احمد بن محمد خطیب قسطلانی صاحب ارشاد الساری شرح صحیح بخاری نے مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں ان امام کے یہ اشعار ذکر نقشہ نعل اقدس میں انشاد کئے اور مدحیہ علامہ ابو الحکم مغربی کو ما احسنہما اور نظم علامہ ابن عساکر کو للہ درہٗ فرمایا۔

علامہ زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

الثم الترب الذی	اگر ہو سکے تو اس خاک کو
حصل لہ النداوۃ من	بوسہ دے جسے نعل مبارک
اثر النعل الکریمۃ ان	کے اثر سے نم حاصل ہوئی
امکن ذالک والا نقبل	ورنہ اس کے نقشہ ہی کو بوسہ
مثالہا۔	دے۔

علامہ تاج الدین فاکہانی نے فجر منیر میں ایک باب نقشہ قبور لامعۃ النور کا لکھا اور فرمایا:

من فوائد ذالک	یعنی اس نقشے کے لکھنے میں
ان من لم یمکنہ	ایک فائدہ یہ ہے کہ جسے

زیارۃ الرّوضہ فلیزر
مثالها ولیلثمہ مشتاقا
لانہ ناب مناب
الاصل کما قد ناب مثال
نعلہ الشریفۃ مناب
عینها فی المنافع والخواص
بشهادۃ التجربۃ الصحیحۃ
ولذا جعلوا لہ من الاکرام
والاحترام ما یجعلون
للمنوب عنہ الخ.

اصل روضۂ عالیہ کی زیارت
نہ ملی وہ اس کی زیارت کر لے
اور شوق سے اسے بوسہ دے
کہ یہ مثال اس اصل کے قائم
مقام ہے، جیسے نعل مقدس
کا نقشہ منافع وخواص میں یقیناً
اس کا قائم مقام ہوا، جس پر تجربہ
صحیحہ گواہ ہے ولہٰذا علمائے
دین نے نقشہ کا اعزاز واحترام
ہی روا رکھا ہے، جو اصل
رکھتے ہیں۔

سیّدی محمد بن سلیمان جزولی قدس سرہ صاحب دلائل الخیرات نے بھی علامہ مذکور کی پیروی کی اور دلائل شریف میں نقشہ روضہ مبارک لکھا اور خود اس کی شرح کبیر میں فرمایا:

انما ذکرتہا تابعا
للشیخ تاج الدین الفاکہانی
فانہ عقد بابًا فی صفۃ
القبور المقدسۃ وقال
ومن فوائد ذالک الخ

بے شک میں نے اس کو شیخ
تاج الدین فاکہانی کی تقلید میں
ذکر کیا ہے کیونکہ انھوں نے قبور
مقدسہ کے حالات میں ایک
باب بیان کیا اور فرمایا اور

اسی کے فوائد سے ہے ۔ م ۔

اسی طرح علامہ محمد بن علی فاسی نے مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں فرمایا :

حيث قال اعقب
المؤلف رحمه الله تعالىٰ
ورضي عنه ترجمة الاسماء
بترجمة صفة الروضة
المباركة والقبور المقدسة
موافقا في ذالك وتابعاً
للشيخ تاج الدين الفاكهاني
فانه عقد في كتابه الفجر
المنير بابا في صفة القبور
المقدسة وقال من فوائد
ذلك ان يزور الامثال
من لم يتمكن من زيارة
الروضة وليشاهده مشتاقا
وليلثمه ويزداد فيه حبا و
شوقا وقد استبدلوا امثال
النعل عن النعل وجعلوا

مؤلف رحمہ اللہ نے اسماء کے
بیان کے بعد روضۂ مبارکہ
کا حال اور قبور مقدسہ کا ذکر کیا
اس میں انھوں نے تاج الدین
فاکہانی کی تقلید کی ہے، کیونکہ
انھوں نے اپنی کتاب الفجر
المنیر میں قبور مقدسہ کی صفت
میں ایک باب باندھا ہے اور
اس کے فوائد میں یہ بتایا کہ جو شخص
روضۂ اقدس کی زیارت نہ کر سکے
وہ اس تصویر ہی کو مشتاقانہ
دیکھے اور بوسہ دے کر اپنے
اشتیاق میں اضافہ کرے اس
لئے آپ کی جوتی مبارک کے
قائم مقام اس کی تصویر کو کیا
گیا ہے، اور اس کی تعظیم وتکریم

لہ من الاکرام والاحترام ما للمنوب عنہ وذکروا لہ خواص وبرکات وقد جربت الخ ؎

اصل کی طرح رکھی گئی ہے اور اس کے مجرب فوائد وکرامات ذکر کیے گئے ہیں ۔ م ۔

دیکھو علمائے کرام کے یہ ارشادات، نقشوں کے باب ہیں جو خود عین منتسب بھی نہیں بلکہ اس کی مثال و تصویر ہیں تو غلاف کعبہ کو بعینہ معظم شرعی یعنی کعبہ معظمہ سے خاص نسبت مس رکھتا ہے ۔ اس کی نسبت بہ نیت تعظیم و تبرک ان افعال کے جواز میں شک وشبہ کیا ہے ۔

فان المقتضی فی العموم موجود والمانع فی الخصوص مفقود وذلک کاف فی حصول المقصود والحمد للہ العلی الودود ؎

کیونکہ عموم میں مقتضی موجود اور خصوص میں مانع مفقود ہے اور مقصود کے حصول کو کافی ہے ۔ م ۔

رہا لوگوں کا اس پر ہجوم کرنا، یہ بھی آج کی بات نہیں، قدیم سے آثار متبرکہ پر اہل محبت وایمان، یوں ہی ہجوم کرتے آئے ۔ صحیح بخاری شریف وغیرہ کتب حدیث میں ہے، جب عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سال حدیبیہ، قریش کی طرف سے، خدمت اقدس حضور پرنور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ میں حاضر ہوئے، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیکھا :

انہ لا یتوضاء الا ابتدروا

یعنی جب حضور والا صلی اللہ تعالےٰ

وضوءه وكادوا يقتتلون
عليه ولا يبصق بصاقا
ولا يتنخم نخامة الا
تلقوها باكفهم فدلكوا بها
وجوههم واجسادهم،
الحديث ؎

علیہ وسلم وضو فرماتے ہیں حضور کے آبِ وضو پر بیتابانہ دوڑتے ہیں۔ قریب ہوتا ہے کہ آپس میں کٹ مریں، اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعابِ دہن مبارک ڈالتے یا کھکھارتے ہیں، اسے ہاتھوں میں لیتے اور اپنے چہروں اور بدنوں پر ملتے ہیں۔

کادوا یقتتلون علیہ کی حالت کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے خود حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مواجہ عالیہ میں ثابت، کادوا یکونون علیہ لبدا سے کہ یہاں سوال میں مذکور بدرجہا زائد ہے، یوں ہی بوسۂ سنگ اسود پر ہجوم وتزاحم زمانِ قدیم سے ہے۔ بالجملہ اس نفس فعل کا جواز یقینی اور جب نیت تبرک وتعظیم شعائر اللہ ہے تو قطعاً مندوب اور شرعاً مطلوب۔ مگر پنجگانہ نماز کے بعد علی الدوام اس کی زیارت وتقبیل کا التزام اور جمعہ کے دن عام عوام کے بے قیدانہ ہجوم وازدحام میں اگر اندیشۂ بعض مفاسد دینیہ ہو تو اس تقیید التزام واطلاق ازدحام سے بچنا چاہیئے اور خود ہر وقت پیش نظر معلق رہنا باعث اسقاط حرمت ہوتا ہے، ولہٰذا حرمین طیبین کی مجاورت ممنوع ہوئی۔

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما بعد حج تمام قوافل پر

درہ لئے دورہ فرماتے اور ارشاد کرتے:

"اے اہل یمن، یمن کو جاؤ، اے اہلِ شام شام کا راستہ لو، اے اہل عراق کو کوچ کرو" کہ اس سے تمہارے رب کے بیت کی ہیبت تمہاری نگاہوں میں زیادہ رہے گی۔"

راہ اسلم وطریق اقوم یہ ہے کہ اسے کسی صندوقچہ میں ادب وحرمت کے ساتھ رکھیں اور احیاناً خواہ مہینے میں کچھ دن قرار دے کر بروجہ اجلال حسن واعظام مستحسن اس کی زیارت مسلمین کو کرادیا کریں جس طرح سلطان اشرف عادل نے شہر دمشق الشام کے مدرسہ اشرفیہ میں خاص درس حدیث کے لئے ایک مکان مسمیٰ بہ دارالحدیث بنایا اور اس پر جائداد کثیر وقف فرمائی، اور اس کی جانب قبلہ مسجد بنائی اور محراب مسجد سی شرق کی طرف ایک مکان نعل مقدس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے تعمیر کیا اور اس کے دروازے پر مٹی کواڑ زر سے ملمع کر کے لگائے، بالکل سونے کے معلوم ہوتے تھے اور نعلِ مبارک کو آبنوس کے صندوق میں باادب رکھا اور بیش بہا پردوں سے مزین کیا۔ یہ دروازہ ہر دوشنبہ وپنجشنبہ کو کھولا جاتا اور لوگ فیض زیارت سراپا طہارت سے برکات حاصل کرتے۔ کما ذکر العلامۃ المقری فی فتح المتعال وغیرہ فی غیرہ۔

یہ مدرسہ و دارالحدیث مذکور ہمیشہ مجمع ائمہ وعلماء رہا ہے۔ امام اجل

ابوزکریا نووی شارح صحیح مسلم اس میں مدرس تھے۔ پھر امام خاتم المجتہدین ابوالحسن تقی الدین علی ابن عبدالکافی سبکی صاحب شفاء السقام ان کے جانشیں ہوئے، یوں ہی اکابر علماء درس فرمایا کئے۔

سلطان موصوف کے اس فعلِ محمود پر کسی امام سے انکار ماثور نہ ہوا بلکہ امید کی جاتی ہے، کہ خود اکابر اس کی زیارت میں شریک ہوتے، اور فیض و برکت حاصل کرتے ہوں۔ محدث علامہ حافظ برہان الدین حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ نور النبراس میں فرماتے ہیں

لشیخنا الامام المحدث امین المالکی ؎

وفی دار الحدیث لطیف معنی
وفیہا منتھی اربی وسؤلے
احادیث الرسول علی تتلی
وتقبیلی لاثار الرسولے

یعنی، ہمارے استاد امام محدث امین الدین مالکی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مدرسہ دارلحدیث میں ایک لطیف مقصد ہے، اور اس میں میرا مقصود اور مطلوب بر وجہ کامل حاصل ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں مجھ پر پڑھی جاتی ہیں اور حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار شریفہ کا بوسہ مجھے نصیب ہوتا ہے۔

غرض طریقہ زیارت تو یہ رکھیں، پھر جیسے یہ ادب و حرمت، بے وقت و زحمت شرف بوس مل سکے فبہا ورنہ صرف نظر پر قناعت کرے۔ بوسہ سنگ اسود کہ سنت مؤکدہ ہے، جب اپنی یا غیر کی اذیت کا باعث ہو، ترک کیا جاتا ہے، تو اس بوسہ کا تو پھر دوسرا درجہ ہے۔ ھذا ھو الطریق اسلم والحکم الوسط القویم الاقوم واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ

اکثر مخلوق خدا کا یہ طریق ہے کہ وقت اذان اور وقت فاتحہ خوانی یعنی پنج آیت پڑھنے کے وقت انگوٹھے چومتے ہیں اور علماء بھی درست بتلاتے ہیں، اور حدیث شریف سے ثابت کرتے ہیں، آیا یہ قول درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجوابُ

اذان میں وقت استماع نام پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انگوٹھوں کے ناخن چومنا آنکھوں پر رکھنا کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں۔ یہ جو کچھ اسمیں روایت کیا جاتا ہے، کلام سے خالی، پس جو اس کے لئے ایسا ثبوت مانے یا اسے مسنون و مؤکد جانے یا نفس ترک کو باعث زجر و ملامت کہے وہ بیشک غلطی پر ہے، ہاں بعض احادیث

ضعیف مجروح ہیں تقبیل ابہامین وارد:

اخرجه الديلمي في مسند الفردوس واورده الامام السخاوي في المقاصد الحسنة والعلامة خير الدين الرملي في حواشي البحر الرائق وذكره العلامة الجراحي فاطال وبعد التنيا والتي قال لم يصح في المرفوع من هذا شئ كما اثرة المحقق الشامي في رد المحتار۔

اسے دیلمی نے مسند فردوس میں امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں علامہ خیرالدین رملی نے حواشی بحر میں اور علامہ جراحی نے بڑی تفصیل سے ذکر کیا اور چون وچرا کے بعد کہا کہ اس سلسلے میں مرفوع حدیث صحت کو نہیں پہنچی جیساکہ محقق شامی نے رد المحتار میں اسکو اختیار کیا۔ م۔

اور بعض کتب فقہ میں مثل جامع الرموز شرح نقایہ وفتاوی صوفیہ وکنز العباد وشامی حاشیہ درمختار کے اکثر ان میں مستندات علماء طائفہ اسمٰعیلیہ سے ہیں، وضع ابہامین کو مستحب بھی لکھ دیا۔ فاضل قہستانی شرح وقایہ میں لکھتے ہیں:

واعلم انه يستحب ان يقال عند سماع الاولى من الشهادة الثانية صلى الله عليك يا رسول الله وعند

جاننا چاہئے کہ دوسری شہادت کے پہلے کلمہ میں صلی اللہ علیک یارسول اللہ کہنا مستحب ہے اور دوسرے میں

سماع الثانیۃ منہما قرۃ عینی بک یا رسول اللہ ثم قال اللھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفر الابہامین علی العینین فانہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم یکون قائدا لہ الی الجنۃ کما فی کنز العبا انتہٰی ؎

قرۃ عینی بک یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے۔ پھر فرمایا اللّٰھم متعنی بالسمع والبصر دونوں انگوٹھوں کے ناخن دونوں آنکھوں پر رکھ کر کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قائد ہوں گے جنت کی طرف، کما فی کنز العباد' انتہٰی، م۔

ردالمحتار حاشیہ درمختار میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں، ونحوہ فی الفتاویٰ الصوفیہ الخ پس حق اس میں اس قدر کہ جو کوئی بہ امید زیارت روشنائی بصر مثلاً از قبیل اعمال مشائخ جان کر بتوقع فضل ان کتب پر لحاظ اور ترغیب وارد پر نظر رکھ کر بے اعتقاد سنیت فعل وصحت حدیث وشناعت ترک اسے عمل میں لائے اس پر بنظر اپنے نفس فعل واعتقاد کے بغیر کچھ مواخذہ بھی نہیں کہ فعل پر حدیث صحیح نہ ہونا اس فعل سے نہی ومنع کو مستلزم نہیں کما صرح بہ الفاضل علی القاری فی شرح الاربعین وھذا ظاھر جدا اور صیغہ اعمال میں تصرف استخراج مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے، جیسا کہ تصانیف شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی سے ظاہر اور خود یہ نفس حکم تجویز استخراج بھی ان کے کلام میں مصرح

جوامع میں لکھتے ہیں :

" اجتہاد را در اختراع اعمال تصریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطبار نسخہ ہائے قرابادین فقیر را معلوم شدہ است کہ در وقت طلوع صبح صادق باسفار مقابل صبح نشستن وچشم را بہ آں نور دوختن ویانور را گفتن تا ہزار بار کیفیت ملکیہ را قوت می دہد الخ "

اور اسی میں ہے :

" چند نوع از کرامت از ہیچ ولی الاماشاء اللہ منفک نمی شود وازانجملہ منامات صادقہ کشف واشراف بر خواطر وازانجملہ ظہور تاثیر در دعائے او واعمال تصریفیہ او تا عالمے بہ فیض او منتفع شود الخ "

اعمال تصریفیہ میں اجتہاد کی گنجائش ہے ، جیسے اطبار قرابادین کے نسخے تیار کرتے ہیں ، فقیر کو معلوم ہوا ہے کہ صبح صادق کے وقت جب روشنی پھیل جائے تو اس روشنی کو ٹکٹکی باندھ کر ایک ہزار مرتبہ تک یا نور کہنے سے ، قوت ملکیہ کو تقویت پہنچتی ہے " الخ اور اسی میں ہے " کرامتوں کی بعض اقسام ایسی ہیں جو شاید ہی کسی ولی میں نہ پائی گئی ہوں ان ہی میں سے سچے خواب ، کشف ، دلوں کے حالات پر اطلاع ، دعاؤں کی تاثیر ، اور اعمال تصریفیہ

کہ عالم اس سے مستفید ہو۔ م۔

البتہ اسمعیلیہ کا حکم لزومی والتزامی کہ یہ فعل اور اس کے امثال محض حرام وسخت بددینی ومثل شرک مخل اصل ایمان اور زنا وقتل مومن سے بدتر، جس کے صغریٰ یعنی فعل کے ابتداع پر اسمٰعیلیہ کو خود اقرار اور کبریٰ تصریحات تقویۃ الایمان سے آشکار اگرچہ علمائے اسمٰعیلیہ بنظر مصلحت، اس سے تنزل کیا کریں، محض باطل اور مردود ومخذول ومطرود ہے۔ وعلیھم اثباتہ بالبرھان ولنا رد علیھم باوضح بیان انشاء الرحمٰن المستعان اور پنج آیت کے وقت اس فعل کا ذکر کسی کتاب میں نہ دیکھا گیا، اور فقیر کے نزدیک یہاں پر بنائے مذہب ارجح واضح، غالباً ترک زیادہ انسب والیق ہونا چاہیئے۔ والعلم بالحق عند الملک العلام الجلیل۔

مسئلہ

از بہار شریف محلہ شیخانہ متصل عیدگاہ، مرسلہ محمد یٰسین ومحمد حسین طالبانِ علم، ۹ رشوال سنہ ھ۔

علمائے دین اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں کہ بزرگوں کی قبر پر جانے کے وقت دروازے کی چوکھٹ چومنا اور پھر باوجود تعظیم اس پر پیر رکھ کر جانا کیسا ہے۔

بینوا توجروا۔

الجواب

اصل کلی یہ ہے، کہ تعظیم ہر منتسب بارگاہ کبریا علی الخصوص محبوبان خدا انجائے تعظیم حضرت عزت جل وعلا ہے۔

ومن یعظم حرمت اللہ	جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے
فھو خیر لہ عند ربہ ؕ	تو وہ بہتر ہے اس کے لئے
اس کے پروردگار کے ہاں۔	

وقال اللہ تعالیٰ:

ومن یعظم شعائر اللہ	جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے
فانہا من تقوی القلوب ۞	وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان من اجلال اللہ اکرام	یعنی، بوڑھے مسلمان اور عالم
ذی الشیبۃ مسلم وحامل	باعمل اور حاکم عادل کی تعظیمیں
القرآن غیر الغالی فیہ والجافی	اللہ تعالیٰ کی تعظیم سے ہیں۔
عنہ واکرام ذی السلطان	
المقسط ۞	

رواہ ابی داؤد عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن

اور علمائے کرام قدیماً وحدیثاً فقہاً وحدیثاً تصریحات فرماتے آئے:

که "حرمت المسلم حیًا ومیتاً سواء" مسلمان زندہ مردہ کی حرمت یکساں ہے۔

ولہذا علماء نے وصیت فرمائی کہ قبر سے اتنا ہی قریب ہو جتنا زندگی دنیا میں صاحب قبر سے قریب ہو سکتا، اس سے زیادہ آگے نہ جائے عالمگیریہ میں ہے:

فی التھذیب یستحب زیارۃ القبور وکیفیۃ الزیارۃ کزیارۃ ذلک المیت فی حیاتہ من القرب والبعد کذا فی خزانۃ الفتاوی۔	تہذیب میں ہے، قبروں کی زیارت مستحب ہے اور زیارۃ کی کیفیت وہی ہے جو اس میت سے بحالات زندگی ملاقات کی تھی، قرب ولبعد کے لحاظ سے خزانۃ الفتاوی میں ایسا ہی ہے۔ م۔

اور شک نہیں کہ تعظیم وتوہین کا مدار عرف وعادت پر ہے کما حققہ خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ فی اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد توجس کی تعظیم شرعاً مطلوب ہے، وہاں جو جو افعال وطریق حسب عرف وعادت قوم کئے جاتے ہیں، اسی مطلوب شرعی کے تحت میں داخل ہوں گے۔ جب تک کسی خاص فعل سے نہی شرعی نہ ثابت ہو، جیسے سجدہ یا قبر کی طرف نماز کہ یہ شرعاً ممنوع ہیں۔ ولہٰذا امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر، پھر علامہ سندھی نے لباب میں اور ان کے سوا اور علمائے کرام نے زیارت اقدس حضور

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فرمایا:

ما کان ادخل فی الاکرام والاجلال کان حسنا۔

جو کچھ تعظیم واجلال میں زیادہ داخل ہو خوب ہے

ابن حجر مکی نے جوہر منظم میں فرمایا:

تعظیم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیھا مشارکۃ اللہ تعالیٰ فی الالوھیۃ امر مستحسن عند من نور اللہ ابصارھم۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ان جمیع اقسام تعظیم کے ساتھ جن میں حضرت عزت سے الوہیت میں شریک کرنا لازم نہ آئے امر مستحسن ہے، ان سب کے نزدیک جن کی آنکھیں اللہ تعالیٰ نے روشن کی ہیں، یعنی جنھیں نور ایمان بخشا ہے۔

ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور۔ جب یہ اصل کلی معلوم ہوگئی، حکم صورت مسؤلہ منکشف ہوگیا، آستانہ بوسی پر یہ اعتراض کہ اول چومیں گے پھر پاؤں رکھ کر جائیں گے، محض نادانی ہے۔ کعبہ معظمہ و مسجد حرام شریف میں بھی یہی صورت ہے، اور ضرورت ایک دوسرے کے منافی نہیں۔

منسک متوسط میں ہے:

ثم یاتی الملتزم و یاتی الباب ویقبل العتبۃ ویدعو ویدخل البیت ؕ	پھر ملتزم کے پاس آئے، اور دروازے میں آکر چوکھٹ کو چومے اور دعا کرے۔ م۔

مسلک متقسط میں ہے:

یستحب ان یدخل المسجد من باب السلام حافیا وزاد فی کنز العباد ویقبل عتبۃ ؕ	مستحب یہ ہے کہ مسجد میں ننگے پاؤں باب السلام سے داخل ہو اور کنز العباد میں اتنا اضافہ ہے کہ اس کی چوکھٹ کو بوسہ دے۔ م۔

اور شک نہیں کہ آستانہ بوسی عرفاً انحائے تعظیم سے ہے اور شرعاً اس سے منع ثابت نہیں تو حکم جواز چاہیئے۔

اقول وباللہ التوفیق مگر یہاں ایک دقیقہ انیقہ[۱] اور ہے جس پر اطلاع نہیں ہوتی، مگر بتوفیق حضرت عزت عزجلالہ شرع مطہر کا قاعدہ عظیمہ جلیلہ معروفہ مشہورہ ہے کہ الامور بمقاصدھا[۲]۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرئ ؕ	یقیناً اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی اجر ہے

---

[۱] عجیب باریک نکتہ۔ م۔

[۲] کاموں کا مدار ان کے مقاصد پر ہے۔ م۔

جس کی اس نے نیت کی ہو۔م۔

انحنا، یعنی جھکنے اور پیٹھ دوہری کرنے سے کسی کی تعظیم شرعاً مکروہ ہے اور جب بقدر رکوع یا اس سے زائد ہو تو کراہت سخت واشد ہے۔

حدیث میں ہے:

قال رجل یا رسول الله! الرجل منا یلقی اخاه او صدیقه اینحنی له قال لا الحدیث. رواه الترمذی وابن ماجه عن انس رضی الله تعالیٰ عنه

ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا انسان کو اپنے دوست دار یا دوست سے ملتے وقت جھکنا چاہیے؟ آپ نے فرمایا نہیں! اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے انس رضؓ سے روایت کیا۔

عٰلمگیریہ میں ہے:

الانحناء للسلطان ولغیره مکروه لانه یشبه فعل المجوس کذا فی جواهر الاخلاطی. یکره الانحناء ولا یجوز التحیة وبه ورد النهی کذا فی التمرتاشی تجوز الخدمة

عٰلمگیریہ میں ہے، بادشاہ وغیرہ کے لئے جھکنا مکروہ ہے کیونکہ مجوس کے فعل کے مشابہ ہے جواہر اخلاطی میں ایسا ہی ہے سلام کے وقت جھکنا مکروہ ہے، اس کے بارے میں نہی وارد ہوئی ہے۔ تمرتاشی میں یہی ہے غیر اللہ کی تعظیم کھڑے ہوکر، ہاتھ

لغیر اللہ تعالیٰ بالقیام
واخذ الید والانحناء و
لا یجوز السجود الا اللہ
تعالیٰ کذا فی الغرائب
انتہی قلت وکان محمل
ھذا علی ما اذا لم یبلغ
الرکوع فیکرہ تنزیہا
وھو یجامع الجواز کما نصوا
علیہ، واللہ تعالیٰ اعلم

پکڑ کے اور جھک کر جائز ہے اور
سجدہ اللہ کے سوا کسی کو جائز نہیں
غرائب میں ایسا ہی ہے۔ میں
کہتا ہوں اس کا مقصد یہ ہے
کہ اتنا جھکنا کہ جسد رکوع کو نہ پہنچے
یہ صرف مکروہ ہوگا، اگرچہ جائز ہے
جیسے کہ علماء نے اس کی تصریح
کی ہے۔ م۔

مگر محل ممانعت یہی ہے، کہ نفس انحنا سے مقصود اصل غرض تعظیم کما ھو مفاد قولہ اینحنی لہ وفحوے قولھم عند التحیۃ ویعطیہ الحصر فی قولھم بہ ورد النھی .الخ،

اور اگر مقصود کوئی اور فعل ہے، اور انحنا خود مقصود نہیں بلکہ اس فعل کا محض وسیلہ و ذریعہ ہے، تو ہرگز ممانعت نہیں، و ھو اظھر من ان یظھر۔

عالم دین یا سلطان عادل کی تعظیم و خدمت کے لئے اس کا گھوڑا باندھنا یا کھول کر حاضر لانا، یا بچھونا کرنا یا وضو کرانا یا پاؤں دھلانا یا اس کا جوتا اٹھانا یا مجلس سے اٹھتے وقت اس کی جوتیاں سیدھی کرنا، یہ سب افعال تعظیم و تکریم ہی ہیں، اور ان کے لئے جھکنا ضرور، مگر یہ انحنا زنہار ممنوع

نہیں کہ مقصود ان افعال سے تعظیم ہے، نہ جھکنے سے یہاں تک کہ اگر بے جھکے یہ افعال ممکن ہوں جھکنا نہ ہوگا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بستر مبارک بچھانا، وضو کرانا، حضور جب مجلس میں تشریف رکھیں، نعلین اقدس اٹھا کر اپنے پاس رکھنا، جب تشریف لے چلیں، حاضر لاکر سامنے رکھنا، یہ دونوں جہان کی عزتیں مبارک، معزز خدمتیں بارگاہ رسالت سے حضرت فقیہ الصحابہ سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپرد تھیں۔

بخاری شریف میں حضرت ابودردار رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے:

اولیس عندکم ابن ام عبد صاحب النعلین والوسادۃ والمسواک والمطھرۃ۔

کیا تمہارے پاس ابن ام عبد جوتوں، گدے، مسواک اور طہارت حاصل کرنے کے برتن کی حفاظت کرنے والے نہیں؟

– م –

مرقاۃ میں ہے:

قال القاضی یرید بہ انہ کان یخدم الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتلازمہ فی الحالات کلھا

قاضی (عیاض) نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ (ابن ام عبد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمہ وقت خدمت کیا کرتے

فی صاحبہ فی المجالس	کرتے تھے، مجالس میں آپ کے
ویأخذ نعلہ ویضعھا	ساتھ رہتے اور جب آپ
اذا جلس وحین نھض	تشریف رکھتے تو آپ کی نعلین
ویکون معہ فی الخلوات	پاک رکھتے، اور جب اٹھتے
مضجعہ ویضع و	تو بھی، اور تنہائیوں میں آپ کے
سادتہ اذا اراد ان ینام	ہمراہ ہوتے اور آپ کا بستر
ولیھیئ لہ طھورہ ویجعل	درست فرماتے تھے۔ جب آپ
معہ المطھرۃ اذا قام	سونے کا ارادہ فرماتے تو
الی الوضوء اھ	آپ کا بچھونا بچھاتے تھے اور

پاکیزگی کے لئے پانی تیار کرتے تھے، جب آپ وضو کا ارادہ فرماتے تھے۔ م۔

اور سب سے اظہر و ازہر وہ حدیثیں ہیں جن میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم مبارک چومنا وارد۔ فقیر نے یہ حدیثیں اپنے فتاویٰ میں جمع کی ہیں از انجملہ، حدیث وفد عبد القیس کہ امام بخاری نے ادب مفرد اور ابوداؤد نے سنن میں حضرت زارع بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

فجعلنا نتبادر فنقبل	ہم جلدی جلدی دوڑے اور
ید رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
علیہ وسلم ورجلہ ۔	وسلم کے ہاتھ پیر چومنے لگے۔ م۔

ظاہر ہے کہ پاؤں چومنے کے لئے تو زمین تک جھکنا ہوگا، مگر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جائز رکھا کہ مقصود بوسۂ قدم سے تعظیم ہے نہ نفس انحنا سے یہی سر نفیس ہے، کہ علمائے کرام نے تحیت ومجرا کے لئے زمین بوسی کو حرام بتایا کہ اس میں جھکنے ہی سے تعظیم کی جاتی ہے، یہاں تک کہ زمین کو منہ لگا دیا۔

علمگیریہ میں ہے:

من سجد للسلطان علی وجہ التحیۃ او قبل الارض بین یدیہ لا یکفر ولکن یأثم لارتکابہ الکبیرۃ وھو المختار کذا فی جواھر الاخلاطی وفی الجامع الصغیر تقبیل الارض بین یدی العظیم حرام وان الفاعل والراضی اثم کذا فی التاتارخانیہ وتقبیل الارض بین یدی العلماء والزھاد فعل الجھال الفاعل والراضی

جس نے سلام کے طور پر بادشاہ کو سجدہ کیا یا اس کے سامنے زمیں بوسی کی تو کافر تو نہ ہوگا، گنہگار ہے، کیونکہ وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ یہی مختار ہے جواہر اخلاطی میں یہی ہے۔ جامع صغیر میں ہے کسی بڑے آدمی کے سامنے کی زمین کو بوسہ دینا حرام ہے، یہ کرنے والا اور اس پر راضی دونوں گنہگار ہیں، تتارخانیہ میں ایسا ہی ہے، علماء اور بزرگوں کے سامنے سجدہ کرنا جاہلانہ کام ہے

ا ثمان كذا في الغرائب انتهى باختصار۔ | کرنے والا اور راضی دونوں گنہگار ہیں۔ غرائب میں ایسا ہی ہے بہ اختصار۔م۔

اور علمائے کبار بے نکیر و انکار زمین مدینہ طیبہ کو بوسہ دینے اور اس کی خاک پر منہ اور رخسارے ملنے کی قسمیں کھاتے اور ممکن ہو تو وہاں آنکھوں اور سر سے چلنے کی تمنائیں فرماتے اور اسی کو واجب بلکہ پورے واجب سے بھی کم بتاتے ہیں کہ یہاں تعظیم بالانحنا مقصود نہیں بلکہ براہ محبت وبطور تبرک اس زمین پاک کو بوسہ دینا اس کی خاک سے چہرہ نورانی کرنا، بن پڑے تو پاؤں رکھنے سے اس عظمت والے مقام کو بچانا۔

امام اعظم قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب الشفا فی تعریف حقوق المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں:

وجدیر لمواطن اشتملت تربتها على جسد الشريف ومواقف سيد المرسلين ومتبوأ خاتم النبيين واول ارض مس جلد المصطفىٰ ترابها ان تعظم عرصاتها وتنسم

اھ مختصراً، یعنی، لائق ہے ان مواضع کو جن کی زمین جسم پاک سیدعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مشتمل ہے۔ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قیام گاہیں. خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جائے قرار

نفحاتھا وتقبل ربوعھا | اور وہ پہلی زمین جس کی مٹی نے
وجدرانھا ــہ | جسمِ پاک مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

سے مس کیا کہ اس کے میدانوں کی تعظیم کی جائے اور اس کی مہکتی ہوئی خوشبوئیں سونگھی جائیں اور منزلیں اور دیواریں چومی جائیں۔

وعلیّ عھد ان ملأت محاجری
من تلکما الجدران والعرصات
لاعفرن مصون شیبی بینھا
من کثرۃ التقبیل والرشفات

(ترجمہ اشعار) اور مجھ پر عہد ہے کہ اپنی آنکھوں کے گوشے ان دیواروں اور میدانوں سے بھروں گا، خدا کی قسم میں اپنی سفید ڈاڑھی کہ گرد وغیرہ سے بچائی جاتی ہے، ان میدانوں میں کثرت بوسہ بازی سے ضرور خاک آلودہ کروں گا۔

علامہ سندھی، تلمیذ امام ابن الہمام نے لباب المناسک میں فرمایا:

اذا وقع البصر علی | یعنی، جب مدینہ طیبہ اور اس کے
طیبۃ واشجارھا المعطرۃ | مہکتے ہوئے درختوں پر نظر پڑے
بخیر الدارین وصل | دونوں جہان کی بھلائی مانگے
وسلم علی النبی صلی اللہ | اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
تعالیٰ علیہ وسلم والاحسن | علیہ وسلم سے صلوٰۃ وسلام عرض

ان ینزل من راحلته بقربها ویمشی حافیا ان اطاق تواضعا للّٰه ورسوله صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم وکلما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا بل لومشی هناک علی احداقه وبذل المجهود من تذلله وتواضعه کان بعض الواجب بل لم یف بمعشار عشره ؕ

کرے اور بہتر یہ ہے، کہ مدینہ طیبہ کے قریب سواری سے اتر لے ۔ اور ہو سکے تو روتا ہوا برہنہ پا چلے، اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے تواضع کے لئے اور جو کچھ ادب و تعظیم میں زیادہ دخل رکھے خوب ہے، بلکہ وہاں آنکھوں کے بل چلے، اور تذلل و فروتنی میں پوری کوشش خرچ کردے تو واجب کا ایک حصہ ہو بلکہ سوواں بھی ادا نہ ہو۔

اللّٰهم صل وسلم وبارک علیه وعلیٰ اٰله وصحبه کما ینبغی فی حقه العظیم اٰمین ۔

امام احمد قسطلانی، صاحب ارشاد الساری شرح صحیح بخاری شریف میں امام حافظ الحدیث فقیہ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن رشد سے نقل فرماتے ہیں:

"سفر مدینہ طیبہ میں میرے رفیق ابو عبد اللہ وزیر ابن القاسم بن الحکم ساتھ تھے، ان کی آنکھیں دکھتی تھیں، جب

میقات مدینہ طیبہ پر آئے، ہم سواریوں سے اتر لیے۔ پیادہ پا چلتے ہی انھیں آثار شفا نظر آئے، فوراً حسب حال ارشاد کیا:

وبالتراب منها اذا كحلنا جفوننا
شفينا ولا بأسا نخاف ولا كربا
نسح سجال الدمع في عرصاته
ونلثم من حب مواطنه الترب

جب اس کی خاک کا ہم نے سرمہ لگایا شفا پائی تو اب کسی شدت و تکلیف کا اندیشہ نہیں۔ ہم آنسوؤں کے ڈول اس کے میدانوں میں بہاتے ہیں اور اس زمین پر چلنے والے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں خاک کو چومتے ہیں"

پھر خود اپنے حال میں فرماتے ہیں۔ جب ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے اور سب اہل قافلہ پیادہ ہوئے، میں نے کہا:

اتيتك زائرا وودت اني
جعلت سواد عيني امتطيه
ومالي لا اسير على الماقي
الى قبر رسول الله فيه

میں زیارت کے لئے حضور میں حاضر ہوا اور تمنا تھی

کہ اپنی آنکھ کی پتلی پر اس پر اس راہ میں چلوں آنکھوں کے بل اس مزار پاک کی طرف جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ فرما ہیں۔

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نسیم الریاض شرح شفا اضی عیاض فرماتے ہیں

کان الشیخ احمد بن الرفاعی کل عام یرسل مع الحجاج السلام علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلما زارہ وقف تجاہ مرقدہ وانشد ؎

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلها
تقبل الارض منی فهی نائبتی
وهذہ نوبۃ اشباح قد حضرت
فامدد یدیک لکی تحظی بها شفتی

فقیل ان الید الشریفۃ بدأت له فقبلها وهنیئاً له ثم هنیئاً۔

یعنی، امام اجل قطب اکمل حضرت سید احمد رفاعی، رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر سال حاجیوں کے ہاتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام عرض کر بھیجتے۔ جب خود حاضر آئے مزار اقدس کے سامنے کھڑے ہوئے اور عرض

کی کہ ے

میں جب دور تھا، تو اپنی روح بھیج دیتا تھا کہ میری
طرف سے زمین کو بوسہ دے، تو وہ میری نائب تھی
اور اب باری بدن کی ہے کہ جسم خود حاضر ہے، دست
مبارک عطا ہو کہ میرے لب اس سے بہرہ پائیں۔

کہا گیا کہ دست اقدس ان کے لئے ظاہر ہوا۔ انھوں
نے بوسہ دیا، تو بہت بہت مبارک ہو ان کو۔

علامہ احمد بن مقری فتح المتعال میں فرماتے ہیں، جب امام اجل
علامہ تقی الملت والدین ابوالحسن علی سبکی ملک شام میں بعد وفات
امام اجل ابو زکریا مدرسہ جلیلہ اشرفیہ میں دارالحدیث کے درس دینے
پر مقرر ہوئے فرمایا:

وفی دار الحدیث لطیف معنی
الیٰ بسط لہا اصبو و اٰوے
لعلی ان امس بحر وجھی
مکانامس قدم النواوے

دارالحدیث میں ایک معنی لطیف ہے۔ میں اس کے
بستروں کی طرف میل کرتا اور قرار پکڑتا ہوں۔ شاید
میرا چہرہ لگ جائے اس جگہ پر جہاں امام نووی کے
قدم چھو گئے ہوں۔

پس خلاصہ امر یہ قرار پایا کہ اگر آستانہ بلند ہو کہ بے جھکے بوسہ دے سکے تو بلا شبہ اجازت ہے اور اگر پست خصوصاً زمین دوز ہو تو اگر ولی زندہ یا مزار سامنے ہے، اس کے مجرے کی نیت سے جھک کر بوسہ دیا تو نا جائز ہے اور اگر محض بہ نظر تبرک اور جب اپنے نفس انحنا سے تعظیم مقصود نہ ہو تو کچھ حرج نہیں ھکذا اینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التحقیق، پھر بھی عالم مقتدا اور اسی طرح پیر اس شخص کو جس کے کچھ اتباع ہوں، کہ اس کے افعال اتباع کریں، اسے مناسب ہے کہ اپنے عوام متبعین کے سامنے نہ کرے، مبادا وہ فرق نیت پر آگاہ نہ ہوں اور اس کے فعل کو سند جان کر بے محل بجالائیں۔ ایسی حالت میں صرف اس قدر کافی ہے کہ آستانے کو ہاتھ لگا کر اپنی آنکھوں اور منہ پر پھیر لے جس طرح عبداللہ بن عمر وغیرہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم منبر انور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کرتے تھے۔

شفا شریف میں ہے:

روی، ابن عمر واضعا یدہ علی مقعد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من المنبر ثم وضعھا علی وجھہ عن ابن قسیط والمجتبیٰ کان اصحاب النبی صلی

ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اس حال میں دیکھا گیا کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف پر اس جگہ ہاتھ لگایا جہاں آپ تشریف رکھتے تھے پھر اس کو اپنے منہ پر لگایا۔ ابن قسیط اور

الله تعالیٰ علیه وسلم اذا خلی المسجد جسوا رمانة المنبر التی تلی القبر بمیامنهم ثم استقبلوا القبلة یدعون ۔

مجتبلے سے مروی ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، جب مسجد خالی ہوتی تھی تو اس کے کنگرو کو اپنے دائیں ہاتھوں سے چھوتے تھے، جو منبر کے قریب تھا پھر قبلہ رو ہو کر دعائیں کرتے تھے۔ م۔

یہ دونوں حدیثیں امام ابن سعد نے کتاب الطبقات میں روایت کیں کما فی مناھل الصفا فی تخریج احادیث الشفاءؔ۔

علامہ خفاجی نسیم الرّیاض میں فرماتے ہیں:

وھذا یدل علی الجواز التبرك بالانبیاء والصّلحین وآثارھم وما یتعلق بھم ما لم یؤد الی فتنة او فساد عقیدة وعلی ھذا یحمل ما روی عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنه من انه قطع الشجرة التی وقعت تحتها البیعة لئلا یفتتن بها النّاس

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء اور صالحین اور ان کے آثار سے اور متعلقات سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے، بشرطیکہ فتنہ یا فساد عقیدہ پیدا نہ ہو اور اسی پر وہ حدیث محمول ہے جو ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے اس درخت کو کاٹ دیا تھا جس کے نیچے بیعت (رضوان) لی گئی تھی، کیونکہ لوگ جاہلیت

لقرب عہدھم بالجاھلیۃ — کے زمانے سے قریب تھے
فلا منافاۃ بینہا ولا — تو فتنے کا احتمال تھا، اوران
غیرہ بمن الکر مثلہ من — دونوں میں کوئی منافاۃ نہیں اور
جہلۃ عصرنا وفی معناہ — ان لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں جو
انشد دا — ہمارے زمانے کے جاہلوں میں

سے ہیں۔ اسی مضمون کو ایک شاعر نے ادا کیا ہے ؎

امر علی الدیار دیار لیلیٰ
اقبل ذا الجدار و ذا الجدارا
وماحب الدیار شغفن قلبی
ولکن حب من سکن الدیارا

شعر، میں لیلیٰ کے شہر پر گذرتا ہوں، اس دیوار اور اس دیوار کو چومتا ہوں، شہروں کی محبت نے میرے دل کو نہیں گھیرا ہے، یہ تو ان لوگوں کی محبت ہے جو اس شہر میں رہتے ہیں۔

۔م۔

واللہ سبحٰنہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم